لاہور کے درسِ قرآن

موجودہ صدی کا سرسری جائزہ

حافظ نذر احمد

(یہ مقالہ مارچ ۹۰ء میں مرکزی انجمن کے زیر اہتمام "دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر" کے عنوان سے منعقد ہونے والے محاضرات قرآنی میں پڑھا گیا!)

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور ان کے اراکین مرکزی انجمن خدام القرآن ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے "دعوت رجوع الی القرآن" کے موضوعِ خاص پر محاضرات کا اہتمام فرمایا، اور ہمیں اس کے منظر و پس منظر پہ غور و فکر کا موقع بہم فرمایا۔

بندہ کی خواہش ہے کہ قیامِ پاکستان سے قبل اور بعد کے ان مراکزِ درس قرآن کا سرسری جائزہ پیش کروں جو لاہور میں قائم ہوئے اور خلقِ خدا کی رشد و ہدایت کا ذریعہ بنے۔

o • o

لاہور برصغیر پاک و ہند کے اُن چند شہروں میں سے ہے، جنہیں علم و حکمت کے مرکز ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اس شہر کو آج نہیں صدیوں سے یہ شرف حاصل ہے۔ یہ شہر صوفیاء کا مسکن رہا، علماء کی مسندوں کا مرکز رہا۔ معلوم نہیں یہاں کتنے اولیاء اللہ محوِ خواب ہیں۔ ہمیشہ لاہور کی مساجد کے محراب و منبر قال اللہ وقال الرسول کی صداؤں سے معمور رہے ہیں۔

(۱)

قیامِ پاکستان سے قبل

(۱) درسِ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

ریشمیں خطوط کی سازش کے سلسلہ میں مولینا ۱۹۱۷ء میں لاہور نظر بند ہو کر آئے۔ آپ نے اس سال شیرانوالہ دروازہ کے باہر ایک چھوٹی سی مسجد میں درسِ قرآن شروع کیا۔ جگہ تنگ ہوئی تو درس ایک نسبتاً وسیع مکان میں منتقل ہو گیا۔ یہ مکان بھی خلقِ خدا کے ہجوم کے سبب ناکافی ہوا

© rasailojaraid.com

تو مسجد لائن سبحان خان میں شروع کیا گیا۔ حضرت لاہوری کے انتقال کے وقت تک ایک دن کے ناغے کے بغیر روزانہ درس جاری رہا۔ اس دوران قرآن کریم کے کئی دور ختم ہوئے۔

اس عمومی درس کے علاوہ حضرت شیخ التفسیر رمضان المبارک میں حضرات علماء اور منتہی طلباء کے لیے خصوصی درس کا اہتمام فرماتے تھے۔ یہ درس روزہ کے عالم میں روزانہ کم و بیش پانچ گھنٹے جاری رہتا۔ اس میں از اوّل تا آخر پورے کلام اللہ کی تفسیر، ہر سورۃ کا خلاصہ، خلاصے کے ماخذ اور ربطِ آیات بطور خلاصہ طلباء کو املاء کرائے جاتے تھے۔ خاتمہ پر تحریری امتحان ہوتا۔ کامیاب ہونے والے علماء کو سند دی جاتی۔ اس پر مولانا سید انور شاہ کاشمیریؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دستخط بھی ہوتے۔ اس مرکزِ درس کو لاہور کا اس صدی کا پہلا درس کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ حضرت مولانا کے انتقال کے بعد اس مسند کو ان کے جانشین مولانا عبید اللہ انور مرحوم نے رونق بخشی اور دونوں درس جاری رہے۔

افسوس جانشین شیخ التفسیر بھی جلد رحلت فرما گئے۔ "آں قدح بشکست وآں ساقی نماند"

۲۔ درسِ جامع مسجد صدر بازار

مولانا عبدالعزیز مرحوم کا یہ درس قیامِ پاکستان سے قبل چھاؤنی کے علاقہ میں واحد معروف درسِ قرآن تھا۔ آپ مولانا سید انور شاہ کاشمیریؒ کے شاگردِ رشید تھے۔ اور انہی کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ۱۹۲۴ء میں آپ نے درس کا آغاز کیا۔ برسوں یہ درس جاری رہا۔ بعد ازاں آپ مسجد مغلپورہ میں درس قرآن دیتے رہے۔

۱۹۴۴ء میں مولانا کا انتقال ہوا تو آپ کے شاگرد مولانا حافظ منظور احمد صاحب نے کچھ عرصہ درس کا یہ سلسلہ جامع مسجد میں جاری رکھا۔ اب وہ خود ضعفِ پیری اور عوارض کا شکار ہیں۔

۳۔ درسِ حزب الاحناف

دہلی دروازہ کے اندر احناف کا یہ قدیمی درس ۱۹۲۳ء میں مولانا سید دیدار علی شاہؒ قبلہ نے شروع کیا۔ آپ کا درس بڑا عالمانہ ہوتا تھا۔ ۱۹۲۵ء میں سید ابوالبرکات صاحبؒ نے مسندِ درس سنبھالی۔ اللہ اللہ۔ آپ چالیس سال مسلسل درسِ قرآن دیتے رہے۔ ابتداء میں یہ درس بعد عشاء ہوتا تھا۔ پھر نمازِ فجر کے بعد ہونے لگا۔ ان کے بعد درس کی مسند خالی ہو گئی۔

۴ ۔ درس مسجد چینیاں والی

محلہ چابک سواراں کی یہ مسجد جید حضرات علمائے اہلِ حدیث کے دروسِ قرآن کا مرکز رہی ہے مثلاً

مولانا عبداللہ غزنوی م ۱۸۸۰ء

مولانا عبدالاحد غزنوی م ۱۹۳۱ء

مولانا محمد علی لکھوی، اور مولانا سید داؤد غزنوی جیسے علماء نے یہاں درسِ قرآن و حدیث دیا۔ ان کے بعد مولانا عبدالرشید ملتانی، مولانا محمد اسحٰق رحمانی، اور معروف سلفی عالم دین مولانا حافظ احسان الٰہی ظہیر مرحوم یہاں بعد فجر درس قرآن کریم دیتے تھے۔ ان کے دور میں شرکاء کی حاضری ڈیڑھ دو صد رہتی تھی۔ وہ گئے تو یہ رونقیں بھی گئیں۔

۵ ۔ درس جامعہ حنفیہ

ٹمپل روڈ کی یہ مسجد ۱۹۴۴ء سے درسِ قرآن کا مرکز بنی۔ مولانا عبدالعلیم قاسمی نے درجن بھر سے زیادہ مرتبہ دورۂ قرآن مکمل کیا، آپ کے دوسرے بھائی مولانا عبدالحلیم قاسمی مدرسہ عربیہ حنفیہ بہاول پور ہاؤس میں اور تیسرے بھائی عبدالرحیم قاسمی نے کینال پارک کی مسجد میں درسِ قرآن جاری کیا۔

۶ ۔ درس مسجد وزیر خان

شہر کی یہ قدیم تاریخی مسجد معروف ائمہ و خطباء کا مسکن رہی ہے۔ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۵۸ء تک حضرت مولانا سید ابوالحسنات مرحوم بعد نماز فجر درسِ قرآن دیتے رہے۔ آپ نے سات بار دورۂ قرآن کریم مکمل کیا۔ آپ کا عالمانہ بیان اور شیریں کلام دور و نزدیک سے لوگوں کو جمع کر لیتا تھا۔ آپ کے جانشین مولانا سید خلیل احمد صاحب نے مسندِ درس کو سنبھالا۔

۷ ۔ درس مولانا غلام مرشد مرحوم خطیبِ شہر

مولانا غلام مرشد مدتوں بادشاہی مسجد کے خطیب رہے۔ مولانا نے ۱۹۴۳ء میں اونچی

© rasailojaraid.com

مسجد بھاٹی دروازہ میں قرآن کریم کا درس شروع کیا۔ ساتھ ہی بعد فجر مسجد گنڈی گراں میں شروع کر دیا۔ شرکاء کی اس قدر کثرت ہوئی کہ مسجد کی وسعت تنگ ہو گئی چنانچہ یہاں سے سنہری مسجد درس منتقل کرنا پڑا۔

آپ کا درس بڑا عالمانہ ہوتا تھا۔ مسلسل آیات کے بجائے عنوان کے اعتبار سے درس دیتے تھے۔ تفسیری ادب اور مفسرین کی آراء سے استشہاد فرماتے، احادیث نبوی اور اقوالِ صحابہؓ پیش فرماتے۔ ساتھ ساتھ فقہی مسائل کی تشریح اور توضیح کرتے۔ افسوس کہ محکمہ اوقاف کی کرم فرمائی سے یہ سلسلہ بند ہو گیا، جو مولانا کے لیے ایک دلی صدمے کا موجب اور عوام کے لیے بڑی محرومی کا سبب بنا۔

۸۔ درس مسجد مبارک

مولانا محمد حنیف ندوی اہلِ حدیث کے ایک مفکّر اور بلند پایہ عالم تھے۔ ایک خطیب سے زیادہ محقق اور مصنّف تھے۔ آپ نے ۱۹۲۱ء میں مسجد مبارک میں درسِ قرآن شروع کیا۔ سترہ سال یہ درس جاری رہا۔ اس کے بعد مختلف علماء تھوڑا تھوڑا عرصہ یہاں درس دیتے رہے ہیں۔

۹۔ درس مسجد شاہ چراغؒ

شارع قائداعظم پر ہائی کورٹ کی اس مسجد میں علّامہ علاؤ الدین صدیقی صاحب بعد عصر درس دیتے تھے۔ آپ کا انداز منفرد اور امتیازی نوعیت کا تھا۔ آپ نے ۱۹۳۷ء میں درس شروع کیا جو قیامِ پاکستان کے بعد تک جاری رہا۔ آپ اپنے استادِ گرامی حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی کے طرز پر ربطِ آیات، خلاصۂ مضامین، شانِ نزول بطور خاص بیان کرتے۔ "الاعتبار و التاویل" کے عنوان سے حالاتِ حاضرہ اور عصری مسائل پر آیاتِ قرآن کی تطبیق فرماتے۔ آپ کا پرجوش خطاب اتحاد اور عمل کا پیامبر ہوتا۔ آپ کے درس میں ہر مکتبِ فکر کے افراد، خصوصاً نوجوان اور طلباء بکثرت شریک ہوتے تھے۔

۱۰۔ درس مسجد لسوڑیاں

یہ مسجد لاہور کے قدیم ترین مراکز درس میں رہی ہے۔ ۱۹۰۸ء سے مسلسل بیس بائیس برس

مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے درس دیا۔ بعد ازاں محمد شریف لائل پوری، اور حکیم ہدایت اللہ صاحب بھی درس دیتے رہے۔

قیامِ پاکستان سے قبل درسِ قرآنِ کریم کے یہ معروف مرکز تھے۔

(۲)

قیامِ پاکستان کے بعد

قیامِ پاکستان سے قدرتی طور پر ملک میں عظیم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ بے شمار معاشی و معاشرتی اور سیاسی مسائل پیدا ہوئے، لاہور میں متعدد علمائے کرام کی آمد سے دینی مدارس اور جامعات کا قیام عمل میں آیا۔ اور قرآن کریم کے درس کے مرکز بھی قائم ہوئے۔ ان میں سے اہم مراکز کا ذکر بطور خاص ضروری ہے۔

۱۔ درس مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

قیامِ پاکستان کے بعد مولانا نے ۱۹۴۸ء میں درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔

ابتداء میں جامعہ حنفیہ ٹمپل روڈ ہفتہ وار اتوار، بعد ازاں گول باغ میں، کچھ عرصہ ملک نصراللہ خان عزیز کے مکان پر، پھر برکت علی محمڈن ہال میں، اس کے بعد مسجد مبارک عبدالکریم روڈ مولانا کے درس کا مستقل مرکز بن گئی۔

مولانا کلام پاک کی تلاوت کے بعد ترجمہ فرماتے، ان سے متعلقہ احادیث سناتے۔ بعد ازاں ان آیات سے مسائل مستنبط فرماتے، عصری، معاشی، معاشرتی، اور سیاسی گتھیوں کا حل بیان کرتے۔ سوال و جواب کا حصہ مولانا کے درس کی جان ہوتا تھا۔ اس ہفتہ واری درس میں حاضرین کی تعداد چار پانچ صد کے لگ بھگ ہوتی تھی۔

۲۔ درس مولانا محمد حسین نعیمی صاحب

جامع مسجد دالگراں میں ۱۹۴۸ء میں مولانا نعیمی صاحب نے بعد نماز فجر درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۹۶۵ء میں پہلا دور مکمل ہوا۔ ختم قرآن کی تقریب بڑے اہتمام سے منائی گئی۔ بعد ازاں دوسرا دور شروع ہوا۔ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو قائم ہوئی تو درسِ قرآن کریم کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

© rasailojaraid.com

۳۔ درس جامعہ اشرفیہ

مولانا مفتی محمد حسن مرحوم امرتسر سے لاہور ہجرت کرکے تشریف لائے تو مسجد نیلا گنبد میں درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کا درس اپنے مرشد گرامی حضرت تھانویؒ صاحب کے انداز کا نقشہ تھا جو بیک وقت علم و عرفان اور تصوّف و معرفت کے حقائق پر مبنی ہوتا تھا۔ عوام کے لیے عام فہم، اور خواص کے لیے نکات کا حامل ہوتا۔

پاؤں کی معذوری کے سبب یہ درس منقطع ہوگیا، آپ کے فرزند مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ میں درس کی تجدید کی۔

۴۔ درس مولانا امین احسن اصلاحی صاحب

مولانا اصلاحی صاحب پر اپنے استادِ مکرم مولانا حمید الدین فراہیؒ کا گہرا اثر ہے۔ آپ کے درس کی ابتدا برکت علی محمڈن ہال سے ہوئی۔ پھر رحمٰن پورہ میں، کرشن نگر میں، بعد ازاں مختلف مقامات پر وقفہ وقفہ سے سلسلا درس ہوتا رہا۔ آپ کے ترجمہ و تفسیر میں ایک طرف زبان دانی، عربی لغت، اور عربی ادب و ادبیات سے بحث ہوتی ہے، دوسری طرف استنباطِ مسائل، قصصِ قرآن، حکمت و موعظت اور اسلامی نظامِ حیات کی توضیحات قابلِ غور ہوتی ہیں۔

۵۔ درس مسجد دارالسلام، باغ جناح

۱۹۵۰ء میں مولانا محمد علی قصوری ایم اے (کینٹب) نے باغ جناح میں ہر اتوار کو بعد عصر قرآن کریم کا درس شروع کیا۔ اُن دنوں موجودہ حسین و جمیل مسجد کی جگہ ایک چھوٹا سا چبوترہ تھا۔ نہ نیچے فرش، نہ اوپر سائبان۔ لیکن مولانا کی کشش تھی کہ شہر کے ہر کونہ سے فہمیدہ اور سنجیدہ لوگ کھنچے چلے آتے تھے۔

۱۹۵۶ء میں مولانا اللہ کو پیارے ہوگئے تو آپ کے برادرِ اکبر مولانا محی الدین قصوری نے درس کی خدمات اپنے ذمّے لے لیں، اور پوری پابندی سے اس مرکزِ رشد و ہدایت کو تازیست زندہ رکھا۔ ۱۹۶۷ء کے بعد پروفیسر حافظ احمد یار صاحب مدّتوں جمعہ کا خطبہ اور اتوار کا درس دیتے رہے۔ اور آج مرکزی انجمن خدام القرآن میں طلباء کو قرآن کی حکمت و موعظت کا درس دے

رہے ہیں۔

۵۔ درس مسجد قدس

چوک دالگراں کی یہ مسجد اہلحدیث روپڑی خاندان کا مرکز ہے۔ یہاں مولنا عبداللہ روپڑی جیسے فاضل مدتوں درسِ قرآن حکیم دیتے رہے۔ اُن کے بعد مولنا عبدالقادر روپڑی نے مسندِ درس سنبھالی۔ قیامِ پاکستان کے بعد ابتدائی دَور میں مسجد قدس میں دینی مدارس کے منتہی طلباء کے لیے یک ماہہ پورے کلام اللہ کے خصوصی درس بھی ہوتے رہے ہیں۔

۶۔ درس چوہدری غلام احمد پرویز

پرویز صاحب کا ایک معلوم مسلک تھا، یہاں ہمیں ان کے مسلک سے بحث نہیں۔ عرفِ عام میں وہ "اہلِ قرآن" کہلاتے ہیں۔ کئی مقامات تبدیل ہونے کے بعد ان کا مستقل مرکز گلبرگ میں بنا، اور یہیں چوہدری صاحب تازیست درس قرآن دیتے رہے۔ پرویز صاحب کا فلسفہ ان کے اپنے الفاظ میں "نظامِ ربوبیت" ہے۔ ان کے نزدیک قرآن فہمی کی یہی روح ہے اور حکمتِ قرآن تفسیر قرآن بالقرآن ہے۔ انہوں نے عملاً تفسیری ادب اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے استفادہ کے بجائے، لغت اور ادبِ جاہلیت کا سہارا لیا۔

۷۔ درس ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

قیامِ پاکستان کے بعد درس قرآن کریم کے جو اہم مرکز قائم ہوئے اور جن شخصیتوں نے اس خدمت میں بھرپور حصہ لیا، اُن میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب محترم کی شخصیت ایک کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ اس تذکرہ کو اپنے موضوع کے تقاضے کے سبب مؤخر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

(۳)

۱۹۷۰ء میں درسِ قرآن کا ایک جائزہ

بندہ نے ۱۹۷۰ء کے آغاز میں درس قرآن کریم کے اُن مراکز کا ایک بھرپور جائزہ مرتب

© rasailojaraid.com

کیا تھا، جو اس وقت لاہور میں جاری تھے ۔ یہ جائزہ اپنے سوالنامہ کے جوابات، احباب اور اپنے طلباء کی مہیا کردہ معلومات، اور ذاتی کوششوں کے نتائج پر مبنی تھا ۔ یہ جائزہ مجلہ سیّارہ ڈائجسٹ کے قرآن نمبر (۳) میں شائع ہو چکا ہے ۔ یہاں اس کا اعادہ طولِ کلام اور تحصیلِ حاصل کے مرادف ہوگا ۔ اس لیے اس طویل فہرست کو پیش کرنے کے بجائے صرف اعداد و شمار اور تجزیہ پر اکتفا کر دوں گا ۔

اندرون شہر	۱۴	قلعہ گوجر سنگھ، گوالمنڈی	۱۱
چھاؤنی و ملحقات میں	۷	مزنگ و ملحقات	۱۳
باغبانپورہ و شالامار	۱۳	کرشن نگر	۴
مغلپورہ	۷	نواں کوٹ، اچھرہ	۱۴
فیض باغ، مصری شاہ	۶	ماڈل ٹاؤن اور اضافی بستیاں	۱۰
شاد باغ	۴	شاہدرہ	۵
گڑھی شاہو	۹	بیرون فصیل شہر	۱۴
			۱۲۰

گویا آج سے بیس سال قبل لاہور میں ۱۲۰ مرکزِ درس قائم تھے ۔ جبکہ لاہور اُس وقت اِس قدر وسعت پذیر نہیں ہوا تھا ۔ ان مساجد و مراکز میں مذکورہ علماء و فضلاء کے علاوہ جو حضرات کلام اللہ کے درس کی عظیم خدمت میں مصروف تھے ان کی فہرست طویل ہے ۔ لیکن ان میں سے بر سبیلِ تذکرہ چند ایک کا تذکرہ اپنا فرض سمجھتا ہوں نہ صرف ان کی خدمات کے اعتراف کے اعتبار سے، کہ وہ اس سے مستغنی ہیں، بلکہ اس لیے کہ اُن میں سے بیشتر اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔

مولانا سید حامد میاں مرحوم	محترم قاری حافظ محمد اشرف	حافظ نور الحسن خان
قاضی عبد النبی کوکب مرحوم	مولانا اعجاز ولی	مولانا محمد رفیق
مولانا ولی اللہ مرحوم	مولانا ملیک الرحمٰن	مولانا حافظ ثناء اللہ
مفتی عبد الحمید مرحوم	مولانا محمد عارف	مولانا حبیب الرحمٰن
برادرم مولانا سید محی الدین شارق	حافظ نور احمد	مولانا محمد اجمل خان صاحب

شیخ ظہیر علی جادا | مولانا محمد الیاس | مولانا غلام رسول سعیدی
مولانا محمود شاہ | صاحبزادہ فیض القادری | مولانا عبدالخالق شمس
مولانا احمد حسن نوری | مولانا سلطان احمد فاروقی | علامہ جاوید الغامدی

پروفیسر علامہ طاہر القادری وغیرہم۔

ان میں سے متعدد بزرگ ضعف و پیری کے عوارض کا شکار ہیں۔ اور وہ خوش نصیب بھی ہیں جو آج بھی اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ دین متین کی اس خدمت میں جادہ پیما ہیں۔ جزاھم اللہ عنا وعن سائر المسلمین۔

طویل فہرست کے اس ملخص اور نمونہ پر طائرانہ نظر ڈالنے سے آپ اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ ان میں ہر مسلک اور مکتبِ فکر کے فضلاء شامل تھے۔ اور لاہور کا کوئی گوشہ دعوتِ قرآنی اور رجوع الی القرآن کی پکار سے خالی نہ تھا۔

(۴)

لیکن آج علماء و فضلاء کے انبوہ میں کثیر اضافے اور دینی دارالعلوم اور جامعات میں معتدبہ کثرت کے باوجود درسِ قرآن کے مراکز کی تعداد نسبتاً بہت کم ہوگئی ہے۔ یومیہ اور مسلسل دروس کی جگہ ہفتہ وار اجتماع رہ گئے ہیں۔ منتہی طلباء کے لیے رمضان المبارک کے خصوصی درس تقریباً ختم ہوگئے ہیں۔ تفسیر کی جگہ خلاصوں نے لے لی ہے۔ درسِ تصوّف اور ادبِ جاہلیت بطور درس پڑھایا جا رہا ہے۔

مجھے موجودہ مساعی کی افادیت سے انکار نہیں۔ لیکن سہل پسندی، اور فرائض سے پہلو تہی پر افسوس ضرور ہے۔ ایک خوش گوار امر ضرور ہے کہ متعدد علاقوں میں خواتین کے ہفتہ وار خصوصی درس قائم ہو رہے ہیں۔

ہمارے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے "دعوت رجوع الی القرآن" کی اس منزل تک پہنچنے میں ایک طویل سفر کیا ہے۔ انہوں نے کرشن نگر میں اپنے دولت خانہ پر درسِ قرآن دیا، پھر جامع مسجد ہیرن روڈ میں آئے۔ سمن آباد کے این بلاک کے ایک گھر میں درس کی محفل سجائی۔ پھر مسجد خضریٰ کو مرکز بنایا۔

غالباً ابھی تنظیم اسلامی کی داغ بیل نہیں پڑی تھی۔ بندہ نے اپنے ۱۹۶۷ء کے جائزہ میں لکھا تھا "ڈاکٹر صاحب دعوت الی اللہ کے پرجوش مبلّغ ہیں، اور فلسفۂ تاریخ پر گہری نظر

© rasailojaraid.com

رکھتے ہیں۔ احیائے دین اور اسلامی نظریۂ حیات کی دعوت آپ کا خاص موضوع ہے۔"
(سیارہ ڈائجسٹ۔ قرآن نمبر)

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مسجد شہداء، مسجد دارالسلام، اور مسجد خدام القرآن (ماڈل ٹاؤن) کو قال اللہ اور دعوت رجوع الی القرآن سے نوازا۔ پاکستان ٹیلی ویژن پر پروگرام نشر ہوئے۔ کراچی، اسلام آباد/راولپنڈی، پشاور، اور کوئٹہ تک آپ کے درس کی صدائے دل نواز پہنچی۔

اس موقع پر بصد ادب قبلہ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں، اراکینِ مرکزی انجمن خدام القرآن اور اراکینِ تنظیم اسلامی کی خدمت میں، اور ان کی وساطت سے اپنی دوسری تمام اسلامی جماعتوں اور حضرات علمائے کرام کی خدمت میں یہ عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے دوسرے دینی مشاغل، دوسری دینی تقریبات، اجتماعات، ہنگاموں، اور مظاہروں میں دعوتِ رجوع الی القرآن دب کر رہ گئی ہے۔ درسِ قرآن کی مجالس اور محافل مختصر سے مختصر ہوتی جارہی ہیں۔

ان تمام "امورِ خیر" کی افادیت مسلّم، لیکن ہمارے فکر و عمل کی بنیاد بہر حال اور بہر طور کتاب وسنّت ہے۔ دروسِ قرآن ہماری توجہ کا اصل مرکز اور محور ہونے چاہئیں۔ دوسرے یہ کہ بفحوائے ارشادِ ربانی: فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (التوبہ ۹: ۱۲۲) — ہم میں ایک جماعت، یا ہر جماعت میں ایک مستقل گروہ ایسا تربیت یافتہ ہونا چاہئے جو ان لوگوں تک اسلام پہونچانے کا اہل ہو، اور ان لوگوں تک اسلام پہونچانا بطورِ ایک فرض اپنی ذمہ داری سمجھے جو ابھی تک حلقہ بگوشِ اسلام نہیں ہوئے ہیں۔ اور اسلام کی دعوتِ حقہ سے بے خبر ہیں۔

تا نخیزد بانگِ حق از عالمے
گر مسلمانی نیاسائی دمے

آخر میں ایک بار پھر قبلہ ڈاکٹر صاحب کا اور اراکینِ انجمن کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے اپنے افکارِ پریشان پیش کرنے کا موقع بہم پہونچایا، اور حاضرینِ کرام کا ممنونِ کرم ہوں کہ انہوں نے میری باتیں بڑے صبر کے ساتھ سننے کی زحمت گوارا کی۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ